پروفیسر خالد شبیر احمد

اکابرِ اسلام اور قادیانیت

''قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے'' اس مطالبے کو تحریک کی شکل دینے کیلئے مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان سے پہلے ہی کام شروع کر دیا تھا۔ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر اعزازی بیعت کر کے انہیں ''امیر شریعت'' کا خطاب دیا اور قادیانیت کے خلاف تحریک میں انہیں مسلمانوں کا امیر مقرر کیا۔ چنانچہ امیر شریعتؒ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کو عوامی تحریک میں تبدیل کر دیا اور اب قادیانی قیامت کے لئے آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں۔ جو ملت اسلامیہ کا ایک ایسا کارنامہ ہے، جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے، کم ہے۔ امیر شریعتؒ نے ۱۹۳۴ء میں قادیان پر یلغار کر کے اس قادیانی ریاست کے در و دیوار پر لرزہ طاری کر دیا تھا ورنہ قادیان کے اندر رہنے والے مسلمان قادیانیوں کے جبر و تشدد کے سامنے بے بس تھے، کوئی مسلمان ان کی مدد کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے یا پھر انہیں نوکری اور شادی کا لالچ دے کر قادیانی بنانے کی کوشش کی جاتی، ان تمام قادیانی ہتھکنڈوں کے خلاف جو مسلمان سر اٹھاتا، قتل کر دیا جاتا۔ ایسی صورت میں مجلس احرار اسلام نے ہی امیر شریعتؒ کی قیادت میں قادیانیوں کے اس قلعہ کو نہ صرف فتح کیا بلکہ وہاں پر جماعت کا ایک منظم اور مؤثر ادارہ قائم کر کے وہاں مسلمانوں کے دل بڑھائے، ان کے اندر جرأت اور اعتماد پیدا کیا کہ وہ قادیانیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان اور مولانا عنایت اللہ چشتیؒ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے اس مضبوط مرکز کے انچارج تھے۔ جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جماعتی فرائض سرانجام دیئے۔ جن کی قیادت میں قادیانی اور اس کے گرد و نواح میں قادیانی دجل کا پردہ چاک ہوا اور مسلمان ایک مضبوط اور مؤثر قوت کے طور پر اُبھر کر قادیانیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔

قادیانیت کا محاسبہ احرار کی طرف سے بڑی شدت کے ساتھ جاری تھا کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد پاکستان قائم ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانی اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ پاکستان پہنچے۔ پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانسس موڈی کی سفارش پر ربوہ کی سرزمین تین پیسے فی مرلہ کے حساب سے سو سال لیز پر انجمن احمدیہ کے سپرد کی گئی اور یوں قادیانیوں کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کیلئے ایک مرکز مل گیا جس کے ذمے سادہ مسلمانوں کو مرتد کرنے اور پاکستان کو ایک قادیانی ریاست میں تبدیل کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قادیانیوں کو پاکستان کی فوج میں بھرتی کرایا گیا تا کہ بوقت ضرورت ان سے کام لیا جا سکے۔ ''الفرقان'' نامی بٹالین بنائی گئی۔ اگرچہ یہ بٹالین پاکستان کی باقاعدہ

فوج کا حصہ نہیں تھی تاہم فوجی وردی میں ملبوس قادیانی نوجوان فوجی تربیت کے میدان میں پاکستانی فوج سے کم بھی نہیں تھے۔اسی ''الفرقان'' بٹالین کی گولیوں سے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔قادیانیوں کی طرف سے پاکستان کی کلیدی اسامیوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنے مفادات کیلئے استعمال کیا گیا۔حالات وواقعات سے یہ بات صاف طور پر نظر آ رہی تھی کہ قادیانی پاکستان پر اسی طرح قبضہ کرنا چاہتے ہیں جس طرح امریکہ کے اندر یہودیوں نے اقلیت میں ہونے کے باوجود قبضہ کر رکھا ہے۔اس سلسلے میں قادیانیوں کو بیرون ملک سے دشمنانِ اسلام کی پوری امداد اور حمایت حاصل تھی۔ایسے اشتعال انگیز بیانات دیئے گئے،جن سے قادیانی تیور بآسانی بھانپے جاسکتے تھے۔بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کی خواہش کا اظہار کیا گیا۔مرزا بشیر الدین محمود کی طرف سے ''الفضل'' میں یہ اعلان بھی شائع ہوا''۱۹۵۳ء نہ گزرنے پائے،ملک کے اندر ایسے حالات پیدا کردو کہ دشمن آغوشِ احمدیت میں پناہ لینے پر مجبور ہوجائے''۔قادیانیوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ ''وقت آ گیا ہے کہ انتقام لیا جائے گا،ملا احتشام الحق سے،ملا عبدالحامد بدایونی سے،ملا محمد شفیع سے،ملا عطاءاللہ شاہ بخاری سے اور ملا مودودی سے''۔غرض یہ کہ قادیانیوں کے ان بیانات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ انہیں اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ پاکستان پر ان کا اثر ورسوخ اتنا شدید اور مکمل ہو چکا تھا کہ وہ کسی وقت بھی پاکستان کو قادیانی ریاست بنانے کا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔لیکن تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء نے ان کے ایسے تمام عزائم کو خاک میں ملا دیا،ان کا یہ ''سنہری خواب'' شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔خدا کے فضل وکرم اور مسلمانوں کے تعاون سے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اپنے بعد ایسے تأثرات چھوڑ گئی اور مسلمانوں پر یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ قادیانی نہ صرف اسلام کے غدار ہیں بلکہ وہ پاکستان کے بھی غدار ہیں۔۱۹۵۳ء کی اس تحریک میں بھی مجلس احرار اسلام کا کردار ایک بنیادی کردار تھا۔جس کی دعوت پر ملک کے اندر تمام سیاسی اور دینی جماعتوں نے اسلامی اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانی دے کر یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کے اندر رسول ﷺ کے باغیوں کے قیام کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اپنی اس بغاوت کا کھلم کھلا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو کافر تسلیم کرلیں۔اس تحریک کے بعد ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کیلئے تیسری تحریک شروع ہوئی۔یہ تیسری تحریک،پہلی تحریک (۱۹۳۴ء) کا ہی تتمہ تھی۔لیکن پہلی تحریک سے لے کر دوسری تحریک تک،دوسری سے تیسری تحریک تک مجلس احرار اسلام نے ایک نئے انداز میں قادیانیوں کا محاسبہ کیا۔جس طرح ان کے مذموم عزائم کو بے نقاب کیا۔دن رات محنت کر کے احرار رضا کاروں نے گلی گلی،کوچے کوچے،میں گھوم پھر کر،شہروں اور دیہاتوں کے اندر جلسوں کے ذریعے،پریس کانفرنسیں کر کے،اشتہار شائع کر کے،پمفلٹ لکھ کر قادیانیوں کا محاسبہ کیا۔ان کے مکروہ چہرے سے نقاب کشائی کا فریضہ ادا کیا۔وہ تاریخ اسلام کا ایک ایسا زریں باب ہے جس پر پوری ملت اسلامیہ قیامت تک فخر کرتی رہے گی۔

تحریک قادیان ۱۹۳۴ء ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی دوسری تحریک سے لے کر ۱۹۷۴ء کے اندر ختم نبوت کی تیسری تحریک نہ جانے جماعت احرار کو ملک کے اندر کتنی بار نامساعد حالات پیدا ہوئے،کتنے ہی مشکل مراحل سامنے آئے،کتنے ہی

خطرناک موڑ نمودار ہوئے لیکن مجلس احرار اسلام کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ انہوں نے کبھی بھی ردّ مرزائیت اور محاسبۂ قادیانیت کی منزل کو اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ اس میدان میں کوئی دوسری تنظیم، کوئی دوسرا ادارہ یا کوئی دوسری سیاسی و دینی جماعت ایسی نہیں ہے کہ اسے احرار کا ہم پلہ قرار دیا جا سکے۔

مجلس احرار اسلام کی اس محنت، ایثار، قربانی کا آخر نتیجہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو نکلا، جب حکومت وقت نے قادیانیوں کو آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم قرار دے کر مسلمانانِ پاک و ہند کا یہ دیرینہ مطالبہ پورا کر دیا۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا تاریخی دن نہ صرف پاکستان کی دینی و سیاسی تاریخ میں ایک نمایاں و منفرد مقام رکھتا ہے بلکہ تاریخ اسلام میں بھی اسے ایک نمایاں مقام حاصل ہے کہ جس دن مملکت خداداد پاکستان کی قومی اسمبلی میں ایک طویل بحث کے بعد اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کی سرکاری طور پر توثیق کرتے ہوئے اعلان کر دیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد جو شخص بھی دعویٰ نبوت کرتا ہے، وہ دین اسلام سے خارج ہے اور اس کو کسی بھی رنگ میں نبی یا پیشوا ماننے والے کا اسلام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔

اکابرین احرار اسلام اور دوسرے اکابرین اسلام ۱۹۱۶ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک جو کچھ محاسبہ قادیانیت کے لئے کیا اسی کی داستان کتاب زیر نظر کا نفس مضمون ہے۔ یہ تقریباً ایک سو سال کی وہ داستان ہے جس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی بے پناہ قربانیوں، شب و روز کی محنت، حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس سے محبت اور بے پناہ عقیدت کی کہانی بھی شامل ہے۔ ۱۹۰۸ء تک کے حالات تو پہلے محفوظ ہو چکے ہیں۔ ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' کے نام سے یہ کتاب چھپ کر امت مسلمہ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ مسلمانوں نے اس کتاب کی جس طرح پذیرائی کی ہے اور جس طرح اسے سراہا ہے، وہ میرے لئے انتہائی عزت اور حوصلہ کا باعث ہے۔ ۱۹۰۸ء کے بعد کے حالات کو اس کتاب کے ذریعے امت تک پہنچانے کا وعدہ اب پورا ہو رہا ہے۔ اس اہم کام کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں، کم ہے کہ اس کی توفیق کے بغیر کسی کام کا تصور بھی ممکن نہیں۔

کتاب کی اشاعت ممکن نہ ہوتی اگر مجلس احرار اسلام اس سلسلے میں میری رہنمائی نہ کرتی۔ دراصل اس کتاب کی اشاعت مجلس احرار اسلام کی مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ہے۔ جس میں مجھے سارے کام چھوڑ کر کتاب کی تصنیف اور ترتیب کے کام پر مامور کیا گیا۔ الحمدللہ کہ کتاب کا دوسرا حصہ بھی پہلے حصے کی طرح ملت کے سامنے ہے۔ جس کا حرف حرف ملت اسلامیہ کی صداقت اور قادیانی فتنہ کے جھوٹ اور کذب کی ایک ایسی داستان ہے جس سے کسی ذی شعور انسان کو انکار کی مجال نہیں۔ غرض یہ کہ کتاب کی ترتیب و تدوین اور اس کی اشاعت کا سارا اعزاز مجلس احرار اسلام کو ہی جاتا ہے، جس جماعت کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔

دھڑکے ہے جو دل ان کا فقط دین کی خاطر
ہر ایک معاند سے خبردار ہیں احرار

فتنہ قادیانیت کا ارتقاء اور حکیم نور الدین(۱۹۵۸ء۔۱۹۱۴ء): مرزا غلام احمد کی موت کے بعد اس کی اس وصیت کے مطابق کہ جماعت احمدیہ کے جملہ انتظامات انجمن احمدیہ کی تحویل میں دے دیئے گئے۔ حکیم نور الدین قادیان کی گدی پر مرزا صاحب کے جانشین کے طور پر براجمان ہوئے۔ حکیم نورالدین ۱۸۴۱ء میں بمقام بھیرہ (ضلع سرگودھا) پیدا ہوئے۔ حکیم نور الدین ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے فرد تھے۔ والد کا لاہور کے اندر پرنٹنگ پریس تھا۔ بچپن سے ہی اسے اسلامیات سے رغبت تھی۔ ۱۲ ربرس کی عمر میں ہی اس نے اپنے بڑے بھائی سے عربی اور اسلامیات کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ اوائل عمری میں ہی اسلامیات، عربی، منطق اور فلسفے کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیرہ جو خیر بار کہہ کر لاہور چلے آئے۔ یہاں آ کر انہوں نے طب کی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے بھوپال، روہیل کھنڈ اور دہلی کا دورہ بھی کیا۔ جہاں سے حکیم نور الدین مکے اور مدینے چلے گئے۔ مکے اور مدینے کے علماء کے ساتھ کچھ عرصہ (۶۶۔۱۹۶۵ء) قیام کرنے کے بعد جب واپس آئے تو اچھے خاصے صاحب علم شمار کئے جانے لگے۔ کچھ عرصہ تک پنڈ دادنخان میں بطور معلم بھی کام کیا۔ لیکن اس کام کو اپنی افتادِ طبع کے خلاف گردانتے ہوئے اس پیشے کو ترک کر کے واپس بھیرہ آ گئے اور یہاں آ کر بطور حکیم طب کی طرف توجہ دینا شرع کر دی۔ طب میں ان کی طبیعت لگی اور بطور حکیم اچھی خاصی شہرت حاصل کر لی۔ ۱۸۷۶ء میں کشمیر کے اندر مہاراجہ رگھبیر سنگھ کے دربار میں ریاست کے ایک ہندو پولیس افسر لالہ مہنتا داس اور کشمیر کے نامور مؤرخ دیوان کرپارام کی مدد سے شاہی حکیم کے طور پر نوکری حاصل کر لی۔ ۱۸۷۷ء میں حکیم نورالدین نے دہلی دربار کی تقریب میں بھی شرکت کی۔ جہاں ملکہ وکٹوریہ کو باقاعدہ دہلی کی ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔

حکیم نور الدین چونکہ بڑے ہوشیار، چالاک اور زیرک انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے کشمیر کے اندر رہتے ہوئے انگریز افسران سے خصوصی رابطہ قائم کر لیا۔ جو وقتاً فوقتاً کشمیر میں مختلف امور یا پھر بغرض سیر و سیاحت آتے رہتے تھے۔ یہیں سے انہیں انگریزوں کی قربت کا ''اعزاز'' حاصل ہوا اور ان کی رگ و پے میں انگریزوں سے وفاداری کے جراثیم پرورش پانے لگے۔ بعض انگریز افسران کے ساتھ تو ان کے خصوصی دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔ جنہوں نے انہیں مہاراجہ کشمیر کی در پردہ سرگرمیوں کی اطلاع فراہم کرنے پر مامور کر دیا اور یوں حکیم نور الدین صاحب نے حکمت کے ساتھ ساتھ انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شرف بھی حاصل کر لیا۔ انیسویں صدی کے اختتام پر برطانوی حکومت روس کی وسطی ایشیاء میں دلچسپی کو بڑی تشویش کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ خود مہاراجہ کشمیر نے بھی در پردہ روس کی حکومت سے رابطے قائم کر رکھے تھے۔ وہ برطانوی تسلط سے گلوخلاصی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس ضمن میں اس نے ۱۹۶۵ء میں پوشیدہ طور پر ایک وفد بھی تاشقند بھیجا جسے اس مشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ زارِ روس اُس وقت ہندوستان کے اندر بھی آزادی کی تحریک کا ساتھ دے کر انگریزوں کی مخالفت کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھا۔ پانچ سال بعد مہاراجہ کشمیر نے دوسرا وفد بابا کرم پرشاد کی قیادت میں روس بھیجا۔ اس کی وفد کی غرض و غایت بھی فوجی امداد حاصل کرنا تھی۔ لیکن اسے بھی پہلے وفد کی طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ (جاری ہے)